تاریخ اہل حدیث

افق تاریخ کا ایک نیّرِ تاباں

تحریر: حافظ صلاح الدین یوسف (مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان)

''تقلید اور عمل بالحدیث'' یا ''تقلیدی مذاہب اور فکر محدثین'' یا منہج سلف اور تقلیدی منہج'' یا ''اہل الحدیث اور اہل الرائے'' اس موضوع کیلئے یہ سب ہی عنوانات موزوں و مناسب ہیں اور ان میں سے بعض اس موضوع سے متعلقہ مباحث میں استعمال بھی ہوتے چلے آرہے ہیں۔

یہ موضوع اتنا اہم اور نازک ہے کہ اس کا ادراک اور اس پر عمل پیرا ہوئے بغیر سرے سے فکر صحیح و مستقیم کا حصول ممکن ہی نہیں۔ اسی طرح یہ موضوع نہایت المناک بھی ہے کہ ہر چند مدعیانِ علم وتقوی، اصحاب جبہ و دستار، وارثانِ منبر ومحراب اور جانشینانِ مسند رسالت نے زعم اکثریت میں ﴿مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا﴾ کا راگ تو اونچے سُروں سے نہیں الاپا لیکن اکابر پرستی یا بلا جواز حسن ظن کی بنیاد پر رویہ وہی اپنایا جس کا اظہار مذکورہ آیت قرآنی میں کیا گیا ہے۔ یہی وہ تقلیدی رویہ ہے جس کے حاملین اور عاملین سے وہ اہل حق وصداقت ہر دور میں نبرد آزما رہے ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کے منہج کے پیروکار تھے اور ہیں۔

بارہویں صدی ہجری میں غیر منقسم ہندوستان (برصغیر پاک وہند) میں بھی جب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مساعئ حسنہ سے تقلیدی جمود کی بندشیں ڈھیلی پڑیں جن پر ان کے پوتے شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی کاری ضربیں لگائیں۔ پھر اسی مسند علم کی جانشینی، شاہ اسحٰق کے بعد شیخ الکل سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے حصے میں آئی اور انہوں نے پون صدی تک حدیث کا درس اس شان سے دیا کہ اس کے نتیجے میں اہل علم وفضل کی ایک ایسی ٹیم تیار ہوئی جس میں محدث بھی تھے اور شارحِ حدیث بھی، اصحاب قلم وقرطاس مصنفین بھی تھے اور جلیل القدر معلمین بھی۔ دعوت وتبلیغ کے علمبردار بھی تھے اور بحث ومناظرہ کے شاہ سوار بھی۔ میدان کارزار کے مردانِ مجاہد بھی تھے اور نالہ ہائے نیم شبی کے محرم اسرار بھی، ملت اسلامیہ کے سچے خیر خواہ اور ان کی صلاح وفلاح کیلئے مضطرب و بے قرار بھی اور کفر وشرک کیلئے تیغ بے دریغ اور حق کی للکار بھی۔

علم وعمل کے سارے میدانوں اور شعبوں میں ان کی انتھک جہد مسلسل سے عمل بالحدیث کی تحریک کا

ایسا غلغلہ بلند ہوا کہ حالی کے الفاظ میں بہ ادنیٰ تصرف صورت حال یہ ہوگئی ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
''زمیں ہند'' کی جس نے ساری ہلا دی

تاریخ اہل حدیث کی زیرِ نظر پانچویں جلد اسی غلغلے کی صدائے بازگشت اور اس کشاکش کی روداد ہے جو اس وقت اس تحریک کی بدولت برپا ہوئی اور باہم معرکہ آرائی سے سرزمین ہند میں زلزلہ سا رونما ہوا۔ بلاشبہ اس روداد کا ایک ایک ورق بڑا قیمتی تھا لیکن اس پر لیل ونہار کی گردشوں کی گرد جمتی جارہی تھی، یا دیمک کی نذر ہو رہی تھی، یا ذاتی یا پبلک لائبریریوں میں مدفون، یا گلدستۂ طاق نسیاں تھی۔ بڑا خدشہ تھا کہ وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ یہ اوراق پارینہ ؎

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا

کا مصداق بن کر یکسر نابود ہو جائیں۔

لیکن مستقبل کا حال صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ اللہ کی مشیت اور علم میں تھا کہ مردے از غیب اٹھے گا اور اس سارے تاریخی مواد کو کونوں کھدروں سے ڈھونڈ نکالے گا، اسے جھاڑ پونچھ کر صاف کرے گا اور حسن سلیقہ سے مرتب کر کے اسے نئی زندگی عطا کر دے گا جس سے سلفیان ملت کے مشام جان بھی ان کے عظیم اسلاف کے تذکرے کی مہک سے معطر ہوں گے اور ان کے عزم وہمت کی داستانوں سے ایک ولولہ تازہ بھی ملے گا۔

یہ مردے از غیب، یا وہ دیوانہ جس کے نام یہ قرعۂ فال نکلا، ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر یا ڈاکٹر محمد بہاؤالدین ہے۔ یہ ایک ہی حقیقت کے دو جلوے ہیں یا ایک ہی شخصیت کے دو نام، یا ایک ہی پیکر کے دو روپ، یا ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں۔ یہ کسی کے علم تو کیا، وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ حادثاتی طور پر پاکستان سے برطانیہ جا بسنے والا یہ مردِ غیب، جو رہین ستم ہائے روزگار بھی رہا، لیکن اپنے دو محبوب ومرغوب موضوعات سے کبھی غافل نہیں رہا۔ تحریک ختم نبوت اور تاریخ اہل حدیث۔ کسے معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ان دونوں موضوعات پر ایسا یادگار کام لے گا جو اسے تاریخ کے ایوان میں اُمر کر دے گا۔

ہر گز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

یہ دونوں موضوع پاکستان میں بھی اس کے انہماک کا مرکز ومحور تھے اور برطانیہ میں بھی اس کے لیل ونہار

انہی عنوانات و میلانات کیلئے بسر ہوئے جس کا نتیجہ اس شان سے اہل علم و تحقیق کے سامنے آیا ہے۔

کچھ حقائق، کچھ معارف، کچھ لطائف، کچھ نکات

اس طرح بکھرے پڑے ہیں جیسے تاروں کی برات

تحریک ختم نبوت میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے اعوان و انصار کی اصل تحریریں اور ان کے جواب میں علمائے اسلام، بالخصوص علمائے اہل حدیث کے تحریری سرمائے کو جمع کر دیا گیا ہے۔ اس طرح دونوں فریقوں کی اصل تحریریں ایک جگہ یکجا کر دی گئی ہیں۔ اس پر 30 جلدیں مکمل ہیں اور 16،15 جلدوں کا مزید مواد اکٹھا کر لیا گیا ہے۔ اس طرح یہ جلدیں شاید پچاس کی تعداد سے بھی تجاوز کر جائیں۔

تاریخ اہل حدیث کا انداز بھی یہی ہے۔ اردو میں عمل بالحدیث کی ان تحریری کاوشوں کا آغاز انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر، یعنی 1857ء سے پہلے سے ہوا جس میں شدت مولانا بٹالوی کے اشتہار ''مسائل عشرہ'' سے آئی جو مئی 1877ء کے اخبار سفیر ہندوستان امرتسر میں بطور ضمیمہ شائع ہوا۔ پھر عمل اور رد عمل کا ایسا غیر منقطع سلسلہ شروع ہوا جو تقریباً ایک صدی تک زور شور سے جاری رہا اور اپنے پیرائے میں تا حال جاری ہے اور بظاہر اس کے ختم ہونے کے امکان و آثار بھی نظر نہیں آتے۔ اس لیے کہ تقلیدی جمود نے صدیوں سے اپنے پنجے گاڑے ہوئے ہیں اور عاملین حدیث کی بے مثال جدوجہد اور اَن تھک کوششوں کے باوجود دلوں کے قفل مکمل طور پر کھل نہیں سکے ہیں، کیونکہ ان قفلوں کی چابی ''تدبر'' اور ''جذبہ اتباع سنت'' ہے جس سے اہل تقلید کی اکثریت محروم ہے۔ اِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبِّیْ.

اس جلد (پنجم) میں فریقین کا تحریری مواد بڑے سلیقے سے یکجا ہو گیا ہے۔ یہ سلسلہ اگلی کئی جلدوں تک چلے گا۔ فریقین کی ان تحریروں کو جو بھی نگاہِ حق شناس، غیر جانبداری اور حق و صواب کی طلب صادق سے پڑھے گا، ان شاء اللہ اسلام کی وہ صراط مستقیم پالے گا جس کا اعلان اللہ نے اپنے ختمی مرتبت پیغمبر ﷺ کی لسانِ صداقت ترجمان سے کرایا۔

﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ﴾ [الانعام:۶:۱۵۳] اور یہ صراط مستقیم وہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم کا منہج ہے جس کے اتباع کی دعوت

علمائے اہل حدیث نے دی لیکن اس دعوت سے، اس ''السبیل'' کے بھول جانے یا بھلا دینے والوں اور ''السُّبل'' کو اختیار کر کے تفرق وتحزّب کے راہرووں کے ایوانوں میں زلزلہ سا آ گیا اور وہ خم ٹھوک کر حریفانہ کشاکش پر اتر آئے حالانکہ انہیں اس کا حلیف بننا چاہیے تھا نہ کہ حریف، اس کا دست و بازو بننا چاہیے تھا نہ کہ رقیب، اس کیلئے دیدہ و دل فرش راہ کرنے کی ضرورت تھی نہ کہ کانٹے بچھانے کی، کیونکہ یہ اس چشمہ صافی کی دعوت تھی جس پر رسول اللہ ﷺ اپنی امت کو چھوڑ گئے تھے اور ان ندی نالوں سے اجتناب کی تلقین تھی جنہوں نے آب حیات کے اس چشمۂ صافی کو مکدر کر دیا تھا۔

لیکن (مَاشَاءَ اللّٰهُ کَانَ وَ مَا لَمْ یَشَاْلَمْ یَکُنْ) معاملہ اس کے برعکس ہوا اور میدان کارزار گرم کر دیا گیا، تیر و تفنگ کے رخ ان مصلحین امت کی طرف کر دیئے گئے اور سادہ لوح عوام کو، یا اپنے فتراک کے نخچیروں کو، یا اپنے گلّے کی بھیڑوں کو یہ باور کرایا گیا کہ تیرہویں صدی ہجری میں یہ ایک نیا فرقہ ظہور پذیر ہوا ہے، اس سے بچ کر رہنا، ان کے قریب نہ پھٹکنا، ان کی باتیں نہ سننا بلکہ ان کو اپنی مسجدوں تک میں داخل نہ ہونے دینا، ان کو مقدمات میں پھنسایا گیا، عدالتوں میں گھسیٹا گیا اور ان کے خلاف ہر حربہ اور ہتھکنڈا اختیار کیا گیا لیکن صراط مستقیم کے ان راہیوں نے اور حق و صداقت کے ان متوالوں نے راستے کے ان سنگ ہائے گراں کی کوئی پروا نہیں کی اور اس کاروان حق کی جادہ پیمائی متواتر جاری رہی، جنوں کی حکایات خوں چکاں رقم ہوتی رہیں، ہر چند اس میں ان کے ہاتھ بھی قلم ہوتے رہے لیکن سرفروشی کی تمنا دلوں میں لیے بازوئے قاتل سے نبرد آزما رہے۔ گویا ان کا معاملہ

بڑھتا ہے ذوق ''جرم'' یاں ہر سزا کے بعد

والا رہا یا قرآن کریم کے الفاظ میں: ﴿اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ﴾ [آل عمران: ۱۷۳]

یہ داعیانِ حق، دین حنفی کے پیروکار اور خالص بے آمیز اسلام کے علمبردار یہی صدائے حق لگاتے رہے کہ تم اسلام کے صاف شفاف چشمے لگاتے رہے کہ تم اسلام کے صاف شفاف چشمے میں تقلید کا زہر گھول کر اس کی بے داغ شفافیت اور بے آمیزی کو ختم کرنے سے باز نہیں آتے اور اس جرم عظیم کے ارتکاب کے باوجود

کہ اللہ نے اس کی کوئی دلیل نازل نہیں کی، تم مواخذۂ الٰہی سے بے خوف نہیں ہو، تو ہم تمہاری دار و گیر اور لومۃ لائم سے خوف زدہ کیوں ہوں؟ ﴿وَ كَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَ لَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا﴾[الانعام:۸۱] یہاں شرک سے مراد، اللہ کے ذمے وہ بات لگانا ہے جس کی کوئی دلیل اللہ نے نازل نہیں کی (جیسے تقلید کا وجوب ہے)

تاریخ اہل حدیث کے اس حصے میں رُدود و مناقشات کے ساتھ درد و الم کی وہ تفصیلات بھی نقوشِ جاوداں کی طرح آ گئی ہیں جو عزم و استقامت کی وادی پر خار کے آبلہ پاؤں کے حصے میں آتی ہیں۔

بنا کر دند خوش رسمے بخاک و خوں غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

اللہ تعالیٰ جس کو بصارت کے ساتھ بصیرت بھی دے اور اس کے دل کے دریچے وا ہو جائیں تو وہی بہ آسانی اندازہ کر سکتا ہے کہ فریقین کی اس محاذ آرائی اور کشاکش میں حق و صداقت کا علمبردار کون تھا، کون رہا، اور کون ہے؟ اس تقلید جامد کے رسیا، جس نے گمراہیوں اور قرآن وحدیث کی نصوص صریحہ سے انحراف کے راستے کھول دیے؟ یا وہ جنہوں نے اس رخنہ اندازی کو روکنے اور ختم کرنے کی مساعئ جلیلہ کیں اور کر رہے ہیں؟

اَيَّدَهُمُ اللّٰهُ بِنَصْرِهِ الْعَزِيْزِ وَ كَثَّرَ اللّٰهُ سَوَادَهُم ﴿فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ﴾[الانعام:۸۱]

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب موصوف کو کامل صحت و عافیت کی تب و تاب کے ساتھ تادیر زندہ و درخشندہ رکھے تاکہ وہ تاریخ کے اس زریں باب کو مکمل اور اس سلسلۃ الذہب کی ساری کڑیوں کو باہم جمع کر سکیں۔

آمین۔ و ما ذالک علی اللہ بعزیز

تم سلامت رہو ہزار برس

ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

پاک و ہند کے جو رفقاء و احباب ان کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں، اللہ ان کی بھی حفاظت فرمائے اور اس علمی و تحقیقی کہکشاں کو اس وقت تک برقرار رکھے جب تک افق تاریخ پر طلوع ہونے والا یہ نیر تاباں اپنے پورے جمال و کمال کے ساتھ مکمل نہیں ہو جاتا۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد